بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

35-اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا ثبوت-قرآن مجید، سنت، اجماع اور عقل سے

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں اور ہم بات کر رہے تھے پچھلے درس میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے بیان کے تعلق سے چند اہم باتیں، اور آج کی نشست میں مزید دلائل بیان کرتے ہیں جو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وقد دل على ثبوت رحمة الله تعالى: الكتاب، والسنة، والإجماع، والعقل" (اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا ثبوت جو ہے وہ کتاب یعنی قرآن مجید، سنت، اجماع اور عقل میں موجود ہے (یہ چار دلائل ہیں اللہ تعالیٰ کی اس عظیم صفت کے ثبوت میں، قرآن مجید میں جو دلائل ہیں وہ چار قسم کے ہیں چار مختلف قسم کے دلائل قرآن مجید میں موجود ہیں) اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے بیان میں اور متنوع ہیں۔ یعنی ویسے تو بہت ہی زیادہ دلائل ہیں الرحمٰن اور الرحیم جہاں پر یہ دونوں نام موجود ہیں اُن میں صفت رحمت بھی موجود ہے لیکن یہ دیکھیں کہ صفۃ الرحمۃ جو ہے وہ چار مختلف قسم کے دلائل سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں:

1-سب سے پہلے "الاسم"، نام میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت موجود ہے (یا نام کے ذریعے سے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (یونس:107)۔

2-دوسری قسم کی دلیل صفت میں، یعنی صفت کے لفظ سے اللہ تعالیٰ نے صفت رحمت کو بیان کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ﴾(الكهف:58)۔

3-تیسری قسم کی دلیل فعل کے لفظ سے اللہ تعالیٰ نے اس پیاری صفت کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ﴾إلى آخر الآية(العنكبوت:21)۔

4-اور چوتھی قسم کی دلیل جو ہے وہ ہے اسم التفضیل، اسم التفضیل سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾(یوسف:92)۔

یہ چار قسم کے مختلف دلائل ہیں قرآن مجید میں جن میں اللہ تعالیٰ کی اس پیاری صفت کو بیان کیا گیا ہے آیئے دیکھتے ہیں کہ کس طریقے سے یہ چار مختلف ہیں تاکہ طالب علم کو پتہ چلے کہ فرق کیا ہے ان میں، دیکھیں:

1-﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾:"الغفور اور الرحیم" دلیل کس میں ہے غفور میں یا رحیم میں؟ رحیم کے لفظ میں۔

ہم صفت رحمت کی بات کر رہے ہیں الغفور بھی نام ہے الرحیم بھی نام ہے دونوں اسماء ہیں ﴿الْغَفُوْرُ﴾ میں صفت مغفرت جیسے آگے بیان ہوگا اور ﴿الرَّحِيْمُ﴾ میں صفت رحمت جو ہے یہ بیان ہوئی ہے اور جہاں پر الرحیم کا لفظ ہے یا الرحمٰن کا لفظ ہے ان دونوں ناموں میں یہ صفت موجود ہے۔

2- ﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ﴾:﴿ذُو الرَّحْمَةِ﴾ یہ کیا ہے؟ یعنی رحمت والا ہے اور یہ صفة الرحمة ہے، ﴿الرَّحْمَةِ﴾ خود صفت ہے نا، اب ﴿الرَّحِيْمُ﴾ اسم ہے (رحم کرنے والا)، ﴿ذُو الرَّحْمَةِ﴾(رحم والا)۔

3-﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ﴾: ﴿يَرْحَمُ﴾ کیا ہے اسم ہے فعل ہے؟ فعل مضارع ہے ﴿يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ﴾، تو فعل سے بھی ثابت ہوا۔

4-﴿وَهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾ کس میں؟ ﴿اَرۡحَمُ﴾ اُفعل۔ ﴿اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾: تو ﴿اَرۡحَمُ﴾ جو ہے یہ اسم تفضیل ہے۔

اور اس سے ثابت ہوا کہ ان چار مختلف قسم کے دلائل سے اللہ تعالیٰ نے اس عظیم صفت کو بیان فرمایا ہے۔

اس سے کیا فائدہ ملتا ہے؟ یہ تنوع جو ہے دلیل میں اس سے کیا فائدہ ملتا ہے؟

تاکید ہے مختلف طریقوں سے تاکہ قرآن پڑھنے والا جو یہ مسلمان ہے یہ جو انسان ہے یہ کبھی اس عظیم صفت کا انکار کرنے کے بارے میں سوچ ہی نہ سکے، یعنی انکار تو دور کی بات ہے!

یعنی اگر صرف الرحیم ہوتا "الرحمٰن الرحیم"، ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ۝۱ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ (الفاتحہ: 1-2) سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیات، یا ﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ اس سے پہلے یہ کافی تھا کہ اللہ تعالیٰ الرحمٰن الرحیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس عظیم صفت سے متصف ہے صفۃ الرحمۃ سے۔

سمجھ نہیں آئی کسی کو کسی کی عقل کم ہے تھوڑی سی: ﴿وَرَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ﴾، چلو صفت بھی بیان کر دیتے ہیں، اگر ﴿الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ میں صفت نظر نہیں آ رہی تو اللہ تعالیٰ کی صفت سے ہی بیان کر دیتے ہیں ﴿وَرَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ﴾۔ اب کیا کہیں گے؟ واضح ہے نا صفت کی بات ہو رہی ہے کہ صفت نہیں ہے، صفت تو آ گئی ہے۔

پھر بھی سمجھ نہیں آئی چلو پھر سمجھاتے ہیں: فعل ﴿يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡحَمُ مَنۡ يَّشَآءُ﴾: ﴿يَرۡحَمُ مَنۡ يَّشَآءُ﴾۔ اب بچا کیا ہے؟! ﴿وَهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾ بھی لے لیں بس تاکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا انکار کرنے والا شخص جو ہے وہ کبھی یہ جرأت نہ کر سکے اور کبھی عقل کو آگے کرنے کی کوشش نہ کرے جس کی وجہ یا جس کی بنیاد پر وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں کوئی غلطی کر بیٹھے۔ ((یہ تو تھا صرف قرآن مجید کی آیات میں))۔

سنت میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ویمثل هذه الوجوه .. جاءت السنة''(سنت میں بھی یہ چار قسم کے دلائل موجود ہیں مختلف صحیح احادیث میں)۔

تیسری قسم کی دلیل اجماع ہے، اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ صفت رحمت سے متصف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ مخالفت اہل بدعت نے کی ہے اور اہل بدعت کی مخالفت کی وجہ سے اجماع میں کوئی فرق نہیں پڑتا یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھیں۔

چوتھی دلیل ہے عقلی دلیل، شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کو ثابت کرنا جو عقلی دلائل ہیں وہ متعدد ہیں کئی طریقے سے ہیں اُن میں سے:''فمنها ما نرى من الخيرات الكثيرة التي تحصل بأمر الله عز وجل''(یہ بہت ساری جو خیرات کثیرہ ہیں بہت ساری خیر جو اس دنیا میں موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاصل ہو رہی ہیں (یہ کیوں ہو رہی ہیں بغیر رحمت کے ہیں؟!))''ومنها ما نرى من النقم الكثيرة التي تندفع بأمر الله''(اور بہت ساری مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ٹال دیتا ہے (کیوں ٹالتا ہے راز ہے نا پیچھے وجہ ہے نا) اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے تو خیر بھی عام ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے مصیبتیں بھی ٹل جاتی ہیں)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں،''كله دال على إثبات الرحمة عقلاً'' (یہ سب جو ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے ثبوت کے لیے عقلی دلائل ہیں)۔

پھر مثال دیتے ہیں فرماتے ہیں، اب دیکھتے ہیں کہ لوگ شدید قحط میں ہوتے ہیں زمین بنجر پڑی ہوتی ہے آسمان میں ایک بادل نظر نہیں آتا، کوئی بارش نہیں کوئی پودے کوئی نبات نہیں، تو اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے اور زمین بھی زرخیز ہو جاتی ہے اور چوپائے جانور بھی زمین کے جانور بھی جو ہیں اُن کے پیٹ بھر جاتے ہیں اور لوگ بھی اس پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں پانی پیتے ہیں سیراب ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ جو عامی شخص ہے جس نے کبھی کچھ پڑھا نہیں ہے اگر اُس سے آپ سوال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ سب کیوں ہوا ہے کس لیے ہوا ہے؟ تو یقیناً کیا جواب دے گا؟''هذا من رحمة الله ولا يشك أحد في هذا أبداً''۔ تو کیا جواب ہو گا؟''هذا من رحمة الله''، ایک عامی شخص!

ہم بات کر رہے ہیں بڑے عقلاء کی اور علماء جو اپنے آپ کو بڑا دانشور سمجھتے ہیں اور عالم سمجھتے ہیں اور عقل کو نصوص (قرآن اور سنت) سے آگے کر کے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت ثابت ہی نہیں ہے کیونکہ عقل نہیں مانتی! تو

عقل اُن کے لیے مقدم ہے جیساکہ جہمی ہیں، معتزلی ہیں، اُشعری، ماتریدی اور کلابی جو گزرے ہیں سارے یہ کہتے ہیں عقل نہیں مانتی اس لیے ہم نہیں مانتے (سبحان اللہ)۔

کیسی عقل ہے پتہ نہیں ہے اور اس عقل سے ٹھوکر کھائی ہے! یہ اپنے آپ کو عقلاء سمجھتے ہیں آپ کسی عامی شخص ایک بدو سے پوچھ لیں جو اَن پڑھ ہے اُمی ہے شدید قحط سالی ہوتی ہے شدید تکلیف میں لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش برستی ہے زمین زرخیز ہو جاتی ہے یہ خیر عام ہو جاتا ہے اور یہ نقمت اور مصیبت جو ہے یہ دور ہو جاتی ہے، اگر اس عامی شخص سے آپ پوچھتے ہیں کہ یہ بارش کس لیے ہوئی ہے؟ کہے گا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے (سبحان اللہ)، اور یقیناً اس میں کوئی شک نہیں ہے کوئی شک نہیں کرتا اس میں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت جو ہے ثابت ہے سمعی دلیل سے اور عقلی دلیل دونوں سے (سمعی سے مراد قرآن اور سنت ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اور اُشاعرہ نے انکار کیا ہے، اُشاعرہ نے اور اُن کے علاوہ بھی جو اُن کے ہم نِوالے ہم پیالے ہیں انہوں نے اہل تعطیل میں سے اس صفت کا انکار کیا ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ کیونکہ عقل اس کی دلالت نہیں کرتی۔

اور دوسری بات یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ رحمت جو ہے اس سے مطلب ہے رقت کا ہونا نرمی کا پیدا ہونا دل میں تاکہ جس پر رحم کیا جائے اُس کے ساتھ یعنی رحمدلی کی جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی عظیم ہے کہ اس معنی سے کسی پر رحمت کرے جس میں یہ معنی شامل ہو، اور اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کوئی رحمت نہیں ہے!

اور انہوں نے یہ کہا کہ جو رحمت کا لفظ قرآن اور سنت میں موجود ہے اُس کا معنی ہے "إرادة الإحسان" اللہ تعالیٰ احسان کرنے کا ارادہ فرماتا ہے یا احسان ہی ہے، اور جو نعمتیں ہیں وہ بھی ارادۃ النعم ہیں۔

یعنی اب: ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾، ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾، ﴿اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾، ﴿يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ رحمت کی صفت تو موجود ہے ﴿ذُو الرَّحْمَةِ﴾ یہ کیا ہے؟ کہتے ہیں لفظ رحمت کا ہے لیکن معنی مراد رحمت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مخالف ہے۔ کیوں؟ کیونکہ جو رحم کرتا ہے اُس کے لیے نرم دلی ہوتی ہے اور رقت پیدا ہو

جاتی ہے اور یہ سب کمزوریاں ہیں مخلوق میں، مخلوق میں یہ کمزوری ہوتی ہے پھر جا کر رحم کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اس لیے اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتا۔

اچھا جو لفظ ہے ﴿ذُو الرَّحْمَةِ﴾ کا اُس کا کیا مطلب ہے؟ کہتے ہیں ہم اُس کی تاویل کریں گے (جیسے قاعدہ ہے اُن کا کہ جو چیز سے عقل سے ثابت نہ ہو سکے یا اُس کی تاویل کر دو یا انکار کر دو (سب سے پہلے تاویل کرو نہیں ہو سکتا پھر انکار کر دو)، تعطیل تو کرنی ہے لیکن سب سے پہلے بہتر ہے کہ آپ تاویل سے کام لیجیے۔

کیا تاویل ہے جناب؟

کہتے ہیں: صفۃ الارادۃ عقلاً ثابت ہے (آگے بیان کروں گا میں) تو ہم نے دیکھا ہے قرآن مجید میں بھی اس کی دلیل موجود ہے سنت میں بھی ہے تو اس لیے ہم اس کو مان لیتے ہیں۔

اب صفۃ الرحمۃ کے بارے میں کیا ہے؟

کہتے ہیں نہیں ہے، لفظ یہی ہے لیکن معنی مراد یہ نہیں ہے۔ تو کیا معنی مراد ہے؟ کہتے ہیں کہ تاویل کرنی پڑے گی اور تاویل یہ ہو گی کہ "إرادة الإحسان، أو: الإحسان نفسه" (کہ اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے مخلوق پر)۔ جب بارش برساتا ہے تو احسان ہوتا ہے آپ رحمت نہ کہیں آپ احسان کہیں۔ کیوں بھئی؟! کہتے ہیں: "إرادة الإحسان" اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے احسان کا اور ارادے کا لفظ جو ہے ارادے کی صفت جو ہے وہ عقل سے بھی ثابت ہے تو اس لیے ہم وہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہیں جو عقلاً اور شرعاً بھی ثابت ہو سمعی دلیل بھی ہے جس کی۔

جواب دیکھیں بڑا پیارا جواب دیکھیں شیخ صاحب کا، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، آپ ذرا غور کیجیے کہ ان لوگوں نے کس طریقے سے اس عظیم صفت کو اللہ تعالیٰ سے سلب کر لیا ہے اور اس کی نفی کر دی ہے جس کی ہر مومن تمنا کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس رحمت سے نوازے گا اس نعمت سے اور اس پیاری صفت سے نوازے گا (صفۃ الرحمۃ)۔ اگر آپ ہر انسان سے یہ سوال کریں کہ آپ کیا چاہتے ہو؟ وہ کیا جواب دے گا؟ "أريد رحمة الله" (میں اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتا ہوں)۔

اور ہم سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے محتاج ہیں، کوئی مخلوق واللہ ایسی نہیں ہے اس زمین پر پوری کائنات میں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی محتاج نہ ہو (سبحان اللہ)۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (الاعراف:56)، لیکن لوگوں نے اس کا انکار کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفت مناسب نہیں ہے، ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے موصوف کیا جائے!!

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم جواب دیتے ہیں دو طریقے سے: "بالتسلیم اور بالمنع"۔

بڑا پیارا جواب ہے ذرا غور سے سنیں اور اس کو یاد کریں بڑا آسان جواب ہے، دو قسم کے جواب ہیں:

1- پہلا جواب ہے تسلیم سے: چلو مان لیتے ہیں تم لوگوں کی بات کہ عقل میں اس کی دلیل نہیں ہے ((جبکہ ایسی بات نہیں ہے عقلی دلیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، آپ عامی کسی عقلمند سے پوچھ لیں وہ بھی بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم سے کائنات چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم سے یہ بارش برستی ہے اور جو بھی نعمتیں ہیں جو بھی احسانات ہیں جو بھی خیر اس دنیا میں موجود ہے اور جو بھی مصیبتیں ٹل رہی ہیں چاہے عام ہوں یا خاص ہوں یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم سے ہیں))۔

پہلی قسم کی دلیل ایک چلو ہم مان لیتے ہیں تمہاری بات کہ عقل میں اس کی دلیل نہیں ہے یا عقلی دلیل نہیں ہے لیکن شرعاً دلیل تو موجود ہے نا سمعی دلیل جو ہے، اور دوسری دلیل سے یہ صفت ثابت ہے اور عام قاعدہ تمام عقلاء کے نزدیک یہ قاعدہ ہے (یعنی عقلاء کا اس قاعدے پر اجماع ہے) کہ "أن انتفاء الدليل المعين لا يستلزم انتفاء المدلول" (یہ قاعدہ ہے کہ دلیل معین کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ مدلول جو ہے جس کی طرف دلالت کی جا رہی ہے اُس کی نفی ہو جائے (ایک دلیل کی غیر موجودگی کی وجہ سے یا نہ ہونے کی وجہ سے جس چیز کی دلالت کی جا رہی ہے اُس کی نفی نہیں ہوتی یعنی وہ کسی اور دلیل سے ثابت ہو سکتی ہے۔ یعنی ایک دلیل کا نہ ہونا یہ دلیل نہیں ہے کہ وہ ثابت نہیں ہے))" لأنه قد يثبت بدليل آخر" (کیونکہ دوسری دلیل سے ثابت ہو سکتا ہے)۔

اور عقلاء کا اجماع ہے اس پر (سبحان اللہ)، تمام عقلاء کا۔

چلیں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ عقلی دلیل نہیں ہے لیکن سمعی دلیل سے تم لوگ بھی کہتے ہو کہ موجود ہے نا(سمعی دلیل موجود ہے لفظ کو مانتے ہیں لیکن تاویل کر کے اس کے معنیٰ کو نہیں مانتے نا، تو سمعی یہ دلیل تو موجود ہے اور اس کا انکار بھی نہیں کر سکتے تو اس لیے تاویل کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے کیونکہ لفظ تو موجود ہے)، اور کئی ایسی چیزیں ہیں جو مختلف دلائل سے ثابت ہیں، کثرت سے دلائل اور مختلف طریقے سے ثابت ہیں۔

یہی میں نے کہا ہے کہ چار قسم کے مختلف دلائل ہیں اگر اسم کو لے لیں نا اسم سے کتنی مرتبہ یہ دلیل موجود ہے، فعل میں کتنی مرتبہ ہے، اسم تفضیل میں ایک مرتبہ سے زیادہ ہے اور اسی طریقے سے صفۃ الرحمۃ جو ہے ﴿ذُو الرَّحْمَةِ﴾ وہ بھی کئی قسم کے دلائل میں موجود ہے (سبحان اللہ)۔

2-اب دوسری دلیل عقلی جو ہے "المنع"، ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے تمہارا یہ کہنا کہ عقلی دلیل موجود نہیں ہے یا عقل جو ہے اس پر دلالت نہیں کرتی، یہ باطل قول ہے۔ بلکہ سچ بات یہ ہے کہ عقل نے بھی اس پر دلالت کی ہے یہ بہت ساری نعمتیں جو جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں ہم سنتے ہیں یہ بہت ساری مصیبتیں جو ٹل جاتی ہیں ان کا سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے اور اللہ تعالیٰ اگر بندے پر رحم نہ کرتا تو یہ نعمتیں عطا نہ فرماتا اور ہی اِن سے یہ مصیبتیں کبھی ٹالتا، اور یہ بات جو مشہود ہے ہر خاص وعام جو ہے اس کی گواہی دیتا ہے اور جو عامی اپنی دکان میں بیٹھا ہے یا اپنے بازار میں بیٹھا یہ سب اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ سب جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ عجب بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے صفۃ الارادۃ کو ثابت کیا ہے تخصیص کی بنیاد پر انہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفت ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں یہ ثابت ہے شرعی دلیل سے " بالسمع والعقل "اور عقلی دلیل سے بھی، سمع تو واضح ہے شرعی دلائل تو واضح ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ جو ہے اپنی جگہ پر موجود ہے، اور عقلی، دلیل جو ہے اُن کے نزدیک صفت ارادہ کو ثابت کرنے کے لیے وہ کہتے ہیں تخصیص کی وجہ سے ہے اور تخصیص دلالت کرتی ہے ارادے پر (غور سے سنیں ذرا کہ تخصیص صفت ارادہ پر دلالت کرتی ہے یعنی تخصیص وجہ ہے)اور دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔

یعنی اگر قرآن اور سنت میں ارادے کی صفت نہ ہو تو کہتے ہیں کہ عقل کافی ہے اس کو ثابت کرنے کے لیے۔ وہ کیسے؟ کہتے ہیں تخصیص کی وجہ سے ہے۔

تخصیص سے کیا مراد ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں، ''ومعنى التخصيص'' تخصیص سے مراد یہ ہے کہ مختلف مخلوقات کی جو تخصیص موجود ہے جس طریقے سے اس دنیا میں موجود ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ پر دلالت کرتی ہے، یعنی آسمان کا آسمان ہونا، زمین کا زمین ہونا، چاند کا چاند ہونا، سورج کا سورج ہونا، (پرندے کا پرندہ ہونا، انسان کا انسان ہونا، جنات کا جنات ہونا، فرشتوں کا فرشتہ ہونا) یوں مختلف مخلوقات جو موجود ہیں اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آسمان کو آسمان ہی ہونا ہے آسمان زمین نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے نا خلق تو بعد میں ہے ارادہ تو پہلے ہے نا۔

مخلوق جو موجود ہے یہ دلالت کرتی ہے کہ اس کا خالق ہے بغیر خالق کے مخلوق تو نہیں آتی نا (اپنی عقل کی بات جو وہ بتاتے ہیں، ترتیب: کہتے ہیں: (۱) مخلوق موجود ہے یہ دلیل ہے کہ خالق ہے۔ (۲) یہ خالق جو ہے زندہ ہے کہ نہیں؟ زندہ ہے تو اس نے پیدا کیا ہے نا، تو کہتے ہیں "اس لیے کہ عقل نے کہا کہ زندہ ہے"۔ (۳) جب مختلف مخلوقات موجود ہیں، آسمان اللہ کی مخلوق ہے زمین اللہ کی مخلوق ہے تخصیص ہے، ہر مخلوق کی الگ الگ تخصیص ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ ارادہ بھی کرتا ہے کیونکہ اس نے ارادہ کیا ہے اس خالق نے کہ آسمان اللہ کی مخلوق ہو، زمین اللہ کی مخلوق ہو یہ مختلف خاص مخلوقات ہیں، تو ارادہ بھی کرتا ہے۔ (۴) وہ جانتا بھی ہے کہ اس مخلوق کو کیسا ہونا چاہیے اور اس کی کیا کیا ضروریات ہیں تو علم بھی ہے۔ (۵) اور اسی طریقے سے جب وہ زندہ ہے تو وہ سنتا بھی ہے وہ دیکھتا بھی ہے کیونکہ جو زندہ ہے وہ دیکھتا بھی ہے سنتا بھی ہے۔

بہر حال، تو میں بتا رہا ہوں اُن کی عقل کا تسلسل دیکھیں جو اُشاعرہ نے سات صفات ثابت کی ہیں وہ اس بنیاد پر ہیں یعنی یہاں سے گئے اور اس طریقے سے انہوں نے کیا۔

یہاں جو پتے کی بات ہے جو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرما رہے ہیں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ جس عقل کی بنیاد پر انہوں نے صفت ارادے کو ثابت کیا ہے اُس سے بڑھ کر صفت رحمت ثابت ہے (دیکھیں وجہ دیکھیں کیسے؟)، فرماتے ہیں: ''یا سبحان الله العظيم!'' یہ جو دلیل ہے ارادے کی جس پر آپ یہ کہتے ہیں کہ تخصیص کی وجہ سے ہم اس کو مانتے ہیں اگر آپ یہ دیکھیں بہت ساری نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نازل فرمائی ہیں کہ آپ ایک عامی شخص سے پوچھیں وہ

بھی بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ثابت ہیں، یہ جو مصیبتیں ٹلی ہیں وہ عامی بتائے گا کہ اللہ کی رحمت سے ثابت ہیں، صفت ارادے کی تفصیل جو ابھی میں نے بتائی ہے یہ صرف طلبۃ العلم یا علماء جان سکتے ہیں بس۔

ارادے کی جو ابھی بتائی ہے کہ ارادہ کہاں سے لیا، کس طریقے سے انہوں نے کہا اور جوڑا کس طریقے سے ہے عقل کے ساتھ اور عقل نے کہا مخلوق ہے پھر خالق بھی ہے، پھر خالق ہے تو ارادہ بھی کیا ہے ارادے کی تخصیص ہے، آسمان الگ زمین الگ عامی کو پتہ ہو سکتا ہے اس بات کا؟! کوئی عالم یا طالب علم بتا سکتا ہے نا جس کو اس فلسفے کا پتہ ہو علم حاصل کیا ہو یا اس طریقے کی تفصیل پتہ ہو۔

وہ صفت جس کو آپ ثابت کر رہے ہیں عقل کی بنیاد پر اُس سے بڑھ کر صفت ثابت ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کیا آپ وہ صفت جو صرف علماء بتا سکتے ہیں عقلی دلیل ہے کیا یہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور زیادہ قوی دلیل ہے عقلی دلیل یا وہ جو ایک عامی شخص بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفت ثابت ہے؟! زیادہ قوی کون سی دلیل ہے صفۃ الارادۃ عقلاً یا صفۃ الرحمۃ عقلاً؟

واضح ہے فرق؟ سبحان اللہ۔

جن صفات میں عقلاً ثابت کیا ہے وہی صفات شرعی دلیل کی موجودگی میں عقلی دلیل اس سے بڑھ کر ثابت ہے، سمجھیں پتے کی بات۔ یعنی جن صفات کو اُشاعرہ، ماتریدیہ نے عقلاً ثابت کیا ہے (کیونکہ وہ عقل کو نقل کے آگے کرتے ہیں اپنی عقل کو دیکھیں گے) عقل نے اس کو مان لیا ہے دیکھیں شریعت میں دلیل ہے؟ ہاں ہے، اسے ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اگر عقل نہیں مانتی شرع میں موجود ہے ہم شرع میں دو کام کریں گے سب سے پہلے تاویل کرنے کی کوشش کریں گے تا کہ لفظ کو تو مان لیں معنی تو ہم تاویل کر دیں گے، اگر نہیں ہے تو انکار کر دیں گے (کچھ بھی ہو) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ عقل نہیں مانتی!

ہم اُن کو یہ کہتے ہیں کہ جو بھی صفت ہو، ابھی صفت رحمت کی بات ہو رہی ہے کہ نہیں مانتے، جتنی صفات کا تم لوگوں نے انکار کیا ہے اور اُن صفات سات کا یا آٹھ کا جیسے اُشاعرہ سات اور ماتریدیہ آٹھ صفات کو عقلی بنیاد پر مانتے ہیں اور ان صفات کو دیکھ لیں واللہ ان صفات سے زیادہ قوی عقلی دلیل ان صفات میں موجود ہے جن کا تم لوگوں نے انکار کیا ہے، آپ کوئی صفت اٹھا کر دیکھ لیں (سبحان اللہ)۔

یعنی صفت رحمت ایک مثال ہے اور باقی جن کا انکار یہ کرتے ہیں تقریباً اسی بنیاد پر عقل کی بنیاد پر تو عقلی دلیل جو ان صفات میں ثابت جس چیز سے ہوتی ہے کیوں وجہ کیا ہے؟ کیونکہ تم لوگوں نے علماء اور طلاب علم میں یہ فتنہ نکالا ہے اور یہ شبہ نکالا ہے کہ کیونکہ عقل نہیں مانتی اس لیے ہم نہیں مانتے۔

اور پھر اس کو جوڑتے ہیں مخلوقات ہیں تو خالق بھی ہے پھر وہ زندہ بھی ہے وہ اپنا ارادہ بھی کرتا ہے، یہ ساری چیزیں یہ تو طلاب علم، علماء کہہ سکتے ہیں نا یہ فلسفی بات یہ ساری بات۔ ہم عوام کی بات کر رہے ہیں یہ عوام جن صفات کا تم لوگوں نے انکار کیا ہے ان سے پوچھیں اس لیے جو بدو کی بات ہے جیسا کہ خالق کے منکر جو تھے کہ کوئی زمین و آسمان کا خالق نہیں ہے: ''البعرة تدل على البعير'' (یہ جو گوبر پڑا ہے یہ دلیل ہے کہ یہاں سے کوئی جانور گزر کر گیا ہے تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ خالق موجود نہیں ہے؟!)، سبحان اللہ۔

پاؤں کے چلنے کے قدم کے نشان جو ہیں یہ دلالت کرتے ہیں کہ یہاں سے کوئی انسان چل کر گیا ہے اور بتا بھی سکتا ہے کہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے، بچہ چل کر گیا ہے یا بڑا چل کر گیا ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ تاروں بھرا آسمان، یہ زرخیز زمین، اور یہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر جو ہے کیا یہ دلالت نہیں کرتے کہ اس کا کوئی خالق ہے؟! سبحان اللہ۔

تو اسی طریقے سے جو عقلی دلائل ہیں وہ بھی ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے لیکن جو اہل سنت والجماعت کا طریقہ ہے وہ عقلی دلیل کو آگے نہیں کرتے کبھی، سب سے پہلے قرآن اور سنت ہے کیونکہ قرآن اور سنت مخاطب ہی عقلاء کو ہے جو دلائل ہیں کیونکہ پاگل تو غیر مکلف ہے، جو پاگل ہے جو بچہ ہے جو ناسمجھ ہے وہ تو غیر مکلف ہے، شریعت کی یہ تکلیف اُن لوگوں پر ہے جو عقلاء ہیں (جو عاقل اور بالغ ہے اسی کو مکلف کہتے ہیں نا) اور عقلاء ہی مخاطب ہیں قرآن اور سنت کے نصوص سے اور عقلاء ہی سمجھتے ہیں۔ اس میں عالم کی بات نہیں ہو رہی کہ عالم جب تک نہیں ہو تو نہیں سمجھے گا، یا طالب علم نہیں ہو تو نہیں سمجھے گا (اُس کی بات نہیں ہو رہی) بلکہ ایک عاقل سمجھدار انسان ہونا چاہیے وہ کبھی بھی انکار نہیں کر سکے گا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اور امت اسلامیہ میں بھی ان فتنوں سے پہلے جب یہ آیتیں نازل ہوتی تھیں کسی صحابی نے یہ سوال کیا اگر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے تو عقل تو اس کو نہیں مانتی کہ کیسے ممکن ہے یہ؟! اُس کے لیے رقت کا ہونا لازمی ہے، اُس کے دل کا ہونا

لازمی ہے، پھر یہ کمزوری ہے یہ مخلوق میں کمزوری ہے تو خالق میں کیوں نہیں ہے ایسا سوال کبھی کسی نے کیا ہے ؟!
کیوں؟ کیونکہ ایمان تھا اور عقل، سمجھ بھی تھی اور پھر ان ہی عقلاء کو اللہ تعالیٰ نے ایسے علم سے نوازا اپنے رحم و کرم سے
کہ پوری دنیا کے فاتح ہو گئے (سبحان اللہ)۔

تو عقلی دلیل جو ہے وہ ان چیزوں میں یعنی بالکل واضح طریقے سے موجود ہے زیادہ قوی ہے بہ نسبت اُن کی عقلی دلیل
کے جس کی یہ بات کرتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، مسلکی فائدہ جو ہے صفت رحمت میں اور ان آیات میں جو ہمیں
حاصل ہوتا ہے کہ انسان ہمیشہ یہ معرفت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب رحم کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ہمیشہ
امید رکھتا ہے اور اس کا انتظار کرتا رہتا ہے اور یہ عقیدہ جو ہے اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت تک پہنچا کر رہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ
اس پر رحم کرتا رہتا ہے، جیسا کہ احسان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾(الاعراف:56)

یعنی جب یہ مسلمان یہ آیت پڑھتا ہے﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾اور ہر شخص ہر بندہ جو ہے
وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے اور امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے گا، جب یہ آیت پڑھتا ہے﴿إِنَّ رَحْمَتَ
اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ احسان کرے گا کہ نہیں کرے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرلے؟ اگر
آپ انکار ہی کر دیتے ہیں تو پھر احسان کہاں سے کریں گے آپ؟! اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کے لیے یعنی کتنا
پیارا مسلکی فائدہ ہے اپنے عقیدے کو درست کرنے کے لیے اپنے مسلک کو مضبوط کرنے کے لیے اپنے ایمان کو مضبوط
کرنے کے لیے (یعنی احسان آپ کریں گے تو اپنی رحمت سے اللہ آپ کو نوازے گا رحمت حاصل کرلیں گے)۔

اسی طرح تقویٰ کو دیکھیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

(الاعراف:156)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنی رحمت کو واجب کردوں گا ﴿فَسَأَكْتُبُهَا﴾ کتابت مطلب وجوب کے لیے کہ میں واجب کردوں گا۔ کس کے لیے ہے؟ یعنی کتنی بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو واجب کردے گا، ہم امید لگائے بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے واجب کردیا ہے۔

کرنا کیا ہے؟ ﴿لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ﴾ (متقین جو ہیں)۔ اور تقویٰ کیا ہے؟ پرہیزگاری ہے۔ پرہیزگاری کیا ہے کس چیز سے آپ نے اوڑ میں رہنا ہے؟ تقویٰ کا راستہ اختیار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے آپ نے اعمال صالحہ کرکے اتباع اُوامر اور اجتناب نواہی سے آپ نے اس اوڑ کو قائم کردینا ہے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ سکیں یہ تقویٰ ہے (متقی پرہیزگار انسان عام لفظوں میں)۔

﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ﴾ جب متقی ہیں تو پھر عمل کرنے والے بھی ہیں، نام کے متقی نہیں ہیں عمل بھی کرتے ہیں اور مال کیونکہ محبوب ہے انسان کو تو زکوۃ بھی دیتے ہیں پرواہ نہیں کرتے کیونکہ متقی ہیں۔

اور اسی طریقے سے ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾ (ہماری آیتوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں)۔

اصل بات کیا ہے؟ تقویٰ کی اساس زکوۃ دینے کی اساس کیا ہے؟ ایمان ہی ہے۔

تو مومن ہیں، متقی ہیں، زکوۃ دینے والے ہیں، اور اعمال صالحہ کرنے والے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو لکھ دیا ہے (سبحان اللہ) واجب کردیا ہے۔

جب یہ آیت سنتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کے لیے کیا تقویٰ کا راستہ اختیار نہیں کیا جائے گا؟ ظاہر ہے ہر بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے اور امید لگائے بیٹھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کرے گا تو یقیناً تقویٰ کا راستہ اختیار کرے گا، ایمان اپنا مضبوط کرے گا، اپنے عقیدے کو درست کرے گا اور اعمال صالحہ جو ہے خصوصی طور پر ارکان اسلام جو ہیں (نماز ہے، زکوۃ ہے، روزہ ہے اور حج ہے) یہ جو ارکان اسلام کے باقی چار رکن ہیں کلمہ شہادت کے ساتھ جو ہیں تو ان پر بھی عمل پیرا ہوگا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اسباب رحمت میں سے:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾(الاحزاب:43)

(اللہ تعالیٰ مومنوں پر خوب رحم کرنے والا ہے)

تو پھر وہی بات ہے ایمان مضبوط کرے گا کہ نہیں کرے گا مومن؟ اپنے ایمان کا جائزہ لے گا کہ نہیں لے گا کہ کہیں بھی ایمان میں کمزوری تو نہیں ہے کوئی کمی تو نہیں ہے؟ کہیں غلط عقیدے پر تو نہیں چل رہا ہیں؟ کہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ تو نہیں ہو گی؟ کہیں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم تو نہیں ہو جاؤں گا؟ تو یقیناً اپنا محاسبہ کرے گا اپنے ایمان کو درست کرے گا اور مضبوط کرے گا یقیناً۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ''وكلما كان الإيمان أقوى، كانت الرحمة إلى صاحبه أقرب بإذن الله عزّ وجلّ''۔

پیارا قاعدہ ہے: ''وكلما كان الإيمان أقوى'' (جتنا ایمان زیادہ قوی ہو گا) ''كانت الرحمة إلى صاحبه أقرب بإذن الله عزّ وجلّ'' (اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت جو ہے وہ زیادہ قریب ہو گی اللہ تعالیٰ کے حکم سے)۔

ایمان کمزور ہے تو پھر رحمت بھی کمزور ہے، ایمان نہیں ہے تو رحمت بھی نہیں ہے۔

خاص کی رحمت کی بات ہو رہی ہے ورنہ عام مفہوم میں تو اللہ تعالیٰ کافروں پر بھی رحم فرماتا ہے، جانور پر بھی جیسے پچھلے درس میں گزر چکا ہے)۔ الرحمٰن کی وسیع رحمت، اگر رحیم کی رحمت جو ہے یہ خاص رحمت ہے مومنوں کے لیے اپنے خاص بندوں کے لیے، جتنا ایمان مضبوط ہو گا قوی ہو گا اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت جو ہے اس مومن کے زیادہ قریب ہو گی۔

اگلی صفت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وقوله تعالى'' (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ إلى آخر الآية (المائدۃ:119)۔

اللہ تعالیٰ کی صفت الرضا کا بیان کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس عظیم صفت کا بیان، اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جیسے شیخ الاسلام (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ﴾ یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے۔

اس آیت کی شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ آیت جو ہے آیات الرضا میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پیاری صفت سے موصوف ہے، اللہ تعالیٰ عمل پر بھی راضی ہوتا ہے اور عمل کرنے والے پر بھی راضی ہوتا ہے (دونوں پر، عمل پر بھی راضی ہوتا ہے اور عمل کرنے والے پر بھی راضی ہوتا ہے)، یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت الرضا جو ہے اس کا تعلق عمل اور عامل سے ہے (عمل ہے اور جو عمل کرنے والا ہے)۔

عمل کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ إلى آخر الآية (الزمر: 7) (کہ اگر تم شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوگا)، تمہارے لیے اس شکر کرنے پر راضی ہوگا۔

"وكما في قوله تعالىٰ" (اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے) ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ إلى آخر الآية (اور میں تمہارے لیے دین اسلام پر راضی ہو گیا) (المائدہ: 3)۔

اور حدیث صحیح میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا..." إلى آخر الحديث، "رواه مسلم" (مسلم میں یہ حدیث موجود ہے)۔

توان دلائل سے ان نصوص میں ایک چیز ثابت ہوتی ہے وہ کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفت الرضا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اُس کا تعلق عمل سے ہے، اب عمل کیا ہے:

پہلی آیت میں شکر: ﴿وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

دوسری آیت میں: ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ اللہ تعالیٰ صرف اسلام پر راضی ہے اُس کے لیے کسی اور دین پر راضی نہیں ہے اللہ تعالیٰ۔

اور حدیث میں: اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں پر راضی ہے اور تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔

اب اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفت الرضا ہے وہ عمل سے جڑی ہوئی ہے (عمل سے تعلق ہے)۔

عمل کرنے والے کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کرنے والے پر راضی ہوتا ہے؟

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شیخ الاسلام (رحمہ اللہ) نے بھی اسے بطور دلیل بیان کیا ہے: ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (المائدۃ:119)، تو اللہ تعالیٰ راضی ہے اُن سے (اللہ تعالیٰ صحابہ سے راضی ہے) اور ہر وہ شخص جو اُن کے نقش قدم پر چلتا ہے اور اِن سے پہلے اللہ تعالیٰ انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) پر راضی ہے۔

اور جو صفت الرضا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے صفت سے متصف ہے یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی الگ صفت ہے، یا اللہ تعالیٰ سے الگ ہے جیسا کہ اہل تعطیل جو انکار کرنے والے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص تم سے یہ بات کرے یا یہ سوال کرے کہ رضیٰ کا مطلب کیا ہے (راضی ہونا)؟ یا آپ اس کی تفسیر تو بتائیں مطلب کیا ہے؟

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں، آپ اُس کی تفسیر نہیں بیان کر سکتے تفصیل نہیں بیان کر سکتے کیونکہ یہ جو صفت ہے انسان میں ایک طبعی طور پر موجود ہے (پیدائشی طور پر یہ صفت موجود ہے) اور یہ جو طبعی طور پر غرائز جس چیز کو کہتے ہیں انسان میں موجود ہیں آپ اُن کے لفظ سے (جو وہی لفظ ہے اُن کا) اُس سے بہتر کوئی آپ تفصیل یا تفسیر نہیں بیان کر سکتے۔

اب محبت ہے ذرا بتائیں محبت کیا ہے؟ ڈیفائن (Define) بتائیں ذرا معنی کیا ہے محبت کا بتا سکتے ہیں؟ میں راضی ہوں (راضی ہونا)، ناراضگی، کوئی ہے ایسا لفظ ہے جو اس کو ڈیفائن (Define) کر سکے؟ اس لفظ سے بہتر کوئی ان کی تفصیل بیان کر سکتے ہیں؟

محبت ہی لفظ کافی ہے ہمیں پتہ محبت ہوتی کیا ہے، لفظاً آپ اگر ان کو ڈیفائن (Define) کرنا شروع کریں بیڑا غرق کر دیں اس کا آپ! اب وہ مقصد جو ہے جو اصل محبت کا یا راضی ہونے کا ہے کیونکہ یہ چیزیں فطرتاً انسان میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور جو چیز بغیر ڈیفینیشن (Definition) کے ہو آپ کے اندر موجود ہو طبعی طور پر آپ جب اس کو ڈیفائن (Define) کرتے ہیں تو حق ادا نہیں کر سکتے کبھی۔

اس لیے بعض ایسی چیزیں ہیں جو اپنے صرف لفظ سے ہی پہچانی جاتی ہیں اُن میں سے ایک یہ چیز بھی ہے صفت الرضا جو ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، صفت الرضا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے یہ حقیقی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے تعلق رکھتی ہے (یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے) یعنی صفات فعلیہ اسے کہتے ہیں۔

ذاتی صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ متصف ہے اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی چاہت یا مشیئت سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ زندگی اللہ تعالیٰ زندہ ہے، علم کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ متصف ہے۔ یہ نہیں کہ جب چاہتا ہے علم ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے علم نہیں ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے کیا؟ نہیں! ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع البصیر ہے ہمیشہ سے سمیع البصیر ہے، تو اس کا چاہنے یا نہ چاہنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لیکن اب صفت الرضا ہے (اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے) کیا اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہے یا نہیں ہے؟ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے راضی ہوتا ہے یا ہمیشہ سب پر راضی ہے؟ کیا کافر پر بھی راضی ہے؟ اگر ہمیشہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ﴿بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٌ﴾ (الحجرات:16) ہر چیز کا علم ہے اللہ تعالیٰ کو۔ کسی چیز میں استثناء ہے؟ کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ راضی ہے سب پر راضی ہے کافر پر بھی راضی ہے کیا؟ نہیں۔

تو اس کا تعلق کس چیز سے ہے؟ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کسی پر راضی ہونا تو راضی ہوتا ہے، جب نہیں چاہتا تو اس سے راضی نہیں ہوتا۔ واضح ہے؟

تو اس کا تعلق ہے مشیئت سے چاہت سے اور اسے کہتے ہیں الصفة الفعلية (یہ فعلی صفت ہے)، اللہ تعالیٰ مومنوں پر راضی ہے، متقین پر راضی ہے، انصاف کرنے والوں پر راضی ہے، شکر کرنے والوں پر راضی ہے، اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کافروں پر راضی نہیں ہے، فاسق لوگوں پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے، منافقین پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے، تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے راضی ہے اور بعض سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے، اور اسی طریقے سے بعض اعمال اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور راضی بھی ہوتا ہے اور بعض اعمال کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اس سے راضی بھی نہیں ہوتا۔

اور اللہ تعالیٰ کی صفت الرضا جو ہے یہ سمعی دلیل سے بھی ثابت ہے جیسا کہ عقلی دلیل سے بھی ثابت ہے، سمعی دلیل تو گزر چکی ہے جو آیات ہیں جن میں ذکر کیا گیا ہے مختلف قسم کی آیات میں کہ اللہ تعالیٰ عمل سے بھی راضی ہے اور عمل کرنے والے سے بھی راضی ہے تو یہ سمعی دلیل شرعی دلیل جو ہے۔

اور عقلی دلیل جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کو اُجر و ثواب سے نوازتا ہے اور اُن کے اعمال پر انہیں جزاء بھی دیتا ہے کس چیز کی طرف دلالت کرتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے نا، رضا پر دلالت ہے۔

یعنی ایک شخص جو ہے وہ نیک عمل کرتا ہے زکوۃ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس زکوۃ دینے والے کو اُجر عطا فرماتا ہے، اب جو عمل اس نے کیا ہے اُس کو اِس کا اُجر ملا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوا ہے اس عمل کو قبول کیا ہے اس کو اُجر بھی دیا ہے۔ تو اس کا کیا مطلب ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، یہ عقلی دلیل ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ کی دلیل جو ہے ثواب دینے کی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے پھر ثواب سے نوازتا ہے اور ثواب دیتا ہے کسی عمل پر تو اس میں کوئی منازع کر سکتا ہے آپ سے اختلاف کر سکتا ہے اور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فاسق کو بھی بہت ساری نعمتیں عطا فرماتا ہے اس سے زیادہ جو شکر کرنے والے ہیں اُن کو دیتا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ بات تو قوی ہے ایراد تو قوی ہے لیکن جواب اُس کا یہ ہے ہم یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ جب فاسق کو عطا فرماتا ہے تو اُجر و ثواب نہیں ہوتا بلکہ معصیت کا استدراج ہوتا ہے۔

فرق سمجھیں ذرا یعنی کوئی اعتراض کرنے والا اعتراض کر سکتا ہے " بھئی آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جب کوئی نیک شخص جو ہے وہ کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اُجر و ثواب عطا فرماتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، تو اللہ تعالیٰ تو پھر جو منافقین ہیں جو کافر ہیں جو فاسق ہیں ان کو بھی دیتا ہے نا کیا وہ زندہ نہیں ہیں دنیا میں؟! تو اللہ تعالیٰ فاسق کو بھی دیتا ہے نا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اس لیے اسے دیتا ہے؟!"۔

فرق ہے دونوں میں:

اللہ تعالیٰ نیک بندے پر راضی ہوتا ہے اور اسے اس کا اُجر و ثواب دیتا ہے اس کے اس نیک عمل پر، فاسق کو جب دیتا ہے تو اُجر نہیں دیتا اسے بلکہ کیا ہوتا ہے ؟اس کو ڈھیل دیتا ہے استدراج ہے اس کے لیے کہ وہ گناہ کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں سے نوازتا رہے گا، وہ ناشکری کرتا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے، بدکاریاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ پھر بھی اسے دیتا ہے، ظلم کرتا ہے اللہ تعالیٰ پھر بھی اسے دیتا رہتا ہے۔

میرے بھائی اس کے فائدے دو ہیں (نقصان بہت بڑا ہے):

1-ڈھیل تو ہے اس کے ساتھ موقع ہے کہ نہیں توبہ کا؟ قیامت میں وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ڈھیل تھی۔ مجھے ڈھیل تھی تو کیا کرتا میں؟! کیا مطلب ہے کہ فوراً پکڑ کر موت دے دیتا؟! تو پھر یہ اعتراض ہوتا کہ مجھے موقع نہیں ملا۔

2-تو اس میں (سبحان اللہ) سنبھلنے کا موقع ہے اور توفیق اسے ملتی ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اور جو خود اپنے آپ کو بدلنا چاہتا ہے۔

دیکھیں فاسق کو کیا پڑی ہے اگر وہ توبہ کرلے؟ زناکار جو ہے زنا سے توبہ کر سکتا ہے کہ نہیں؟ کر سکتا ہے، کئی زانیوں نے توبہ کی ہے اور کئی کو توفیق نہیں ہوئی! چور ہے، ظالم ہے کئی لوگوں نے توبہ کی ہے اور کئی جو ہیں ابھی تک بھی اپنے ظلم اور اپنی اس بدکاری میں ڈوبے ہوئے ہیں (نعوذ باللہ)۔

تو اُس کو کس نے توفیق دی ہے کہ وہ توبہ کرے اور اِس کو کس نے روکا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے نہیں روکا ہوا اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں توفیق اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ آپ ایک بالشت قریب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک گز قریب ہوتا ہے، حق تو یہ ہے نا! اللہ تعالیٰ نے خیر سے کسی کو محروم نہیں کیا ہے (عقل ہے سمجھ ہے، انسان کی صحت ہے عافیت ہے)۔

بدکاری کی طرف چل کر جا سکتا ہے مسجد کی طرف چل کر نہیں جا سکتا! کس نے اس کو روکا ہے؟ اس کی خواہش نفس نے روکا ہے اسے، اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے آسان کر دیئے ہیں۔

اس لیے یہ بات کرنا کہ فاسق کو بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس لیے ہم اس صفت کو نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور عقلی دلیل نہیں مانتے تو بہت بڑا مغالطہ ہے اور استدلال بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فاسق کو جب دیتا ہے تو اس کے فسق کی وجہ سے نہیں دیتا کہ اس کے فسق سے میں راضی ہوں اس لیے میں اسے نواز رہا ہوں۔ بلکہ ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ اُس

سے راضی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں سے نوازتا ہے اور اس کے لیے فائدہ بھی ہے، نقصان ہے اس کے لیے نقصان ہے اگر اس کا خاتمہ اسی بُرائی پر ہوتا ہے فسق پر ہوتا ہے فجور پر ہوتا ہے نافرمانی پر ہوتا ہے لیکن موقع بھی ہے اس کے لیے اگر وہ توبہ کر لے سنبھل جائے مرنے سے پہلے ''إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ''۔ ہم سب گناہ گار ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے عمل کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟ عمل کا دار و مدار خاتمے پر ہے کہ اس کا خاتمہ کس چیز پر ہوتا ہے، اس لیے ابھی سنبھلنے کا وقت ہے۔

استدراج ہے ڈھیل ہے نافرمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ اُن سے راضی نہیں ہے اُن کی نافرمانیوں پر راضی نہیں ہے، فاسق کے فسق پر راضی نہیں ہے، بدکار کی بدکاریوں پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے لیکن اسے نوازتا ہے نعمتوں سے تاکہ وہ سنبھل جائے توبہ کر لے، یا پھر اس کے لیے ڈھیل ہے اس کا خاتمہ بھی (نعوذ باللہ) اسی پر ہو گا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے:

''كما قال تعالىٰ'' (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے):

﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿١٨٣﴾﴾ (الاعراف: 182-183)۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ (اور وہ جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے) ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ﴾ (ہم انہیں عنقریب ڈھیل دیں گے) ﴿مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (کہ اُن کو علم تک نہ ہو گا) ﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ﴾ (انہیں موقع دیں گے) ﴿اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ (میری پکڑ بہت ہی سخت ہے (بہت ہی قوی ہے نعوذ باللہ))۔

((اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے))۔

اور حدیث میں آیا ہے: ''وقال النبي صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ'' (اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے) ''حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ'' (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جب اسے پکڑ لیتا ہے) ''لَمْ يُفْلِتْهُ'' (اسے کبھی چھوڑتا نہیں ہے) ''وتلا قوله تعالى''

(پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ہے) ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾(ھود:102)۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ﴾(اور اسی طریقے سے تمہارا ربّ جب پکڑتا ہے اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ﴿اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾(جب اللہ تعالیٰ بستی والوں کو پکڑتا ہے جب کہ وہ ظلم کرتے ہیں) ﴿اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾(بے شک اللہ تعالیٰ کی پکڑ جو ہے بہت ہی سخت اور دردناک ہے (نعوذ باللہ))۔

"وقال تعالی"(اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (تیسری آیت میں)):

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٥﴾﴾(الانعام:44-45)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾(جب وہ بھول گئے جو ہم نے اُن کو یاد دلایا تھا اور نصیحتیں کی تھیں) ﴿فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾(ہم سب چیزوں کے دروازے کھول دیں گے) ﴿حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا﴾(یہاں تک کہ وہ خوش ہو جاتے ہیں جو کچھ اُن کو دیا جاتا ہے)۔ دیکھیں کافروں کے لیے دیکھیں دروازے کھلے ہوئے ہیں ساری دنیا اُن کے پاس ہے (سبحان اللہ)، جب وہ خوش ہو جاتے ہیں جو کچھ اُن کو دیا جاتا ہے، ﴿اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً﴾ (اچانک ہم اُن کو پکڑ لیتے ہیں (یعنی عذاب میں نعوذ باللہ)) ﴿فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾(بس پھر وہ ناامید ہو جاتے ہیں) ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾(بس ظالم لوگوں کا

خاتمہ ہو جاتا ہے)﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (اور الحمد للہ ربّ العالمین ہے (سبحان اللہ) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، ''أما إذا جاءت المثوبة والإنسان مقيم على طاعة الله، فإننا نعرف أن ذلك صادر عن رضى الله عنه''، یہ تو تھے استدراج کے دلائل کہ کس طریقے سے اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے فاسق لوگوں پر جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا لیکن پھر بھی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ اُن کے لیے ڈھیل ہوتی ہے، اور اگر کوئی انسان جو ہے اگر اللہ تعالیٰ کی جو جزاء جو ہے اور ثواب جو ہے ایسے شخص کے لیے ہو جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر قائم ہو اور اس پر مقیم ہو تو ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اس ثواب سے نوازا ہے۔

یعنی دونوں میں فرق واضح ہے، جو ڈھیل ہے اس کو اگر آپ دیکھتے ہیں کہ جب کسی فاسق کو اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اس کے لیے ڈھیل ہوتی ہے استدراج ہوتا ہے اور جب فرمانبردار شخص نیک بندے کی نیکی پر اللہ تعالیٰ اسے اُجر اور ثواب سے نوازتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے۔

یعنی عقلی دلیل بھی اللہ تعالیٰ کی اس پیاری صفت پر دلالت کرتی ہے اور یہ دلائل موجود ہیں جیسا کہ قرآن اور سنت میں دلائل موجود ہیں۔

اگلے درس میں ان شاء اللہ بات کریں گے ''صفات الغضب والسخط والكراهية والبغض'' چار صفات پر بات کریں گے اللہ تعالیٰ آسانیاں فرمائے۔((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (35.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔